AL-MISBAH
RESEARCH JOURNAL
Recognized in "Y" Category Journal by HEC
ISSN (Online): 2790-8828. ISSN (Print): 2790-881X.
Volume IV, Issue III
Homepage: https://reinci.com/ojs3308/index.php/almisbah/index
Category Y
Link:https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089437#journal_result

Article: ہندوستانی تہذیب اور معیشت کا زوال (انگریزوں کی آمد سے ۱۸۵۷ء تک): تاریخی جائزہ

Authors & Affiliations:
[1] **Dr. Muhammad Hassnain Sahir**
Ph.D. (Pakistani Languages), AIOU, Islamabad.
[2] **Dr. Muhammad Sakhi Khan**
Ph.D. (Pakistani Languages), AIOU, Islamabad.

Email Add:
[1] hassnainsahir@gmail.com
[2] dr.sakhikhan@gmail.com

ORCID ID:

Published: 2024-07-17

Article DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.13926354

Citation: Dr. Muhammad Hassnain Sahir, and Dr. Muhammad Sakhi Khan. 2024. " ہندوستانی تہذیب اورمعیشت کازوال (انگریزوں کی آمدسے۱۸۵۷ء تک): تاریخی جائزہ: THE DECLINE OF INDIAN CIVILIZATION AND ECONOMY (FROM THE ARRIVAL OF THE BRITISH TO 1857): A HISTORICAL REVIEW". AL MISBAH RESEARCH JOURNAL 4 (03):15-22. https://reinci.com/ojs3308/index.php/almisbah/article/view/278.

Copyright's info: Copyright (c) 2023 AL MISBAH RESEARCH JOURNAL

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

ASIAN Research Index
INTERNATIONAL Scientific Indexing
EuroPub
Academic Resource Index ResearchBib
BASE
DRJI
OCLC WorldCat
ROOTINDEXING
Google Scholar

Published by Institute of Culture and Ideology, Islamabad.
+92-313-305-2561, +92-300-030-9933
www.almisbah.info
REINCI
Purifying Culture & Ideology with Divine Guidance

AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL

Vol.4, No.3, June-2024
Page no: 15-24

ہندوستانی تہذیب اور معیشت کا زوال (انگریزوں کی آمد سے ۱۸۵۷ء تک): تاریخی جائزہ

THE DECLINE OF INDIAN CIVILIZATION AND ECONOMY (FROM THE ARRIVAL OF THE BRITISH TO 1857): A HISTORICAL REVIEW

•Dr. Muhammad Hassnain Sahir
••Dr. Muhammad Sakhi Khan

ABSTRACT

Most people do not know that before the British East India Company took over, India was the economically strongest country in the world during the reign of Emperor Aurangzeb Alamgir (1616-1707). India used to generate a one fourth of the world's GDP, while Britain's share was just 2% during the same period. The lands of India were fertile and rich in all types of resources. Indian people were skilled and hardworking. Cotton cloth and muslin were in demand all over the world. Whereas India had no equal in the steel and shipbuilding industries. But the entire scenario changed after the Plassey Battle and when the British left India in 1947, unlike Alexander, their cradles were full and India's hands were empty. The occupation of Bengal by the British after the Plassey Battle, was actually the beginning of the industrial revolution which changed the world scenario completely. This article presents a historical review of the degeneration of Indian civilization and economy from the arrival of British to the "War o Independence" in 1857.

Keywords: Colonialism, British East India Company, Plassey, Indian Civilization, Indian Economy.

دنیا کی تہذیبوں میں ملاپ اور اشتراک کا ذریعہ ہمیشہ سے تجارت ہی رہی ہے۔ تاجر نہ صرف تجارتی سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے بلکہ نئے خیالات، روایات اور اداروں کو بھی ایک دوسرے سے روشناس کراتے تھے۔ لیکن تاجروں کا منافع حکومتوں کو اس بات پر اکساتا تھا کہ کمزور ملکوں پر قبضہ کر کے ان کے مال و دولت کو ہتھیا لیا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ تجارت قوموں کو جنگوں کی طرف بھی لے گئی۔ ہندوستان کے تجارتی تعلقات دنیا کے دوسرے ممالک سے بہت پرانے تھے۔ اس کے شواہد ہمیں وادیٔ سندھ کی تہذیب سے ملتے ہیں۔ لیکن پندرھویں صدی عیسوی میں یورپ میں تاجر طبقہ جس طرح سے اُبھر کر سامنے آیا اور اُنھوں نے ہندوستان سے جو تجارتی روابط قائم کیے، بعد ازاں وہی روابط سیاسی شکل اختیار کر کے نو آبادیاتی نظام کے قیام کا باعث بنے۔

• PhD (Pakistani Languages), AIOU, Islamabad.
•• PhD (Pakistani Languages), AIOU, Islamabad.

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ پورا ہندوستان برطانیہ کی نوآبادی تھا اور راس کماری سے پشاور تک کا مالک و مختار برطانیہ تھا۔ یہ باتیں معروضی طور پر تو ٹھیک ہو سکتی ہیں لیکن موضوعی طور پر غلط ہیں۔ تقسیم سے پہلے برصغیر میں لگ بھگ ۵۶۲ باج گزار دیسی ریاستیں تھیں۔ جو اندرونی طور پر خود مختار لیکن بیرونی طور پر انگریزوں کی محتاج تھیں۔ اس کے علاوہ بھی برصغیر میں کچھ یورپی ممالک کی نوآبادیاں تھیں۔ جیسے "پانڈی چری" فرانسیسی (French) نوآبادی تھی اور "بنگال، سورت اور مالابار" میں ولندیزی (Dutch) نوآبادیاں تھیں (حتیٰ کہ ۱۷۹۶ء تک سری لنکا بھی ایک ولندیزی نوآبادی تھی، جو ولندیزیوں نے پرتگیزی (Portuguese) نوآبادکاروں کو شکست دے کر حاصل کی تھی)۔ برصغیر میں اس کے علاوہ بھی ایک نوآبادی موجود تھی، جو تقسیم کے چودہ سال بعد تک پرتگالی استعمار کے براہِ راست قبضے میں رہی۔ یہ نوآبادی "گوا" اور اس کے ملحقہ علاقوں پر مشتمل تھی۔ ۱۹۶۱ء میں بھارتی فوج نے پرتگالی افواج کو شکست دے کر اس نوآبادی کا قبضہ چھڑوایا۔

انگریزوں نے ۳۱ دسمبر ۱۶۰۰ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے ایک تجارتی ایسوسی ایشن بنائی جسے ملکہ الزبتھ اوّل نے ہندوستان سے تجارت کا پروانہ دیا۔ اگست ۱۶۰۸ء میں کیپٹن ولیم ہاکنز (1560ء۔1613ء) نے اپنے جہاز "ہیکٹر" (Hector) کا لنگر ہندوستانی بندرگاہ سورت (حالیہ بھارتی گجرات) پر ڈال کر یہاں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد کا اعلان کیا۔ بحرِ ہند میں انگریزوں کے تجارتی حریف پرتگیز اور ولندیزی پہلے ہی موجود تھے۔ تب کسی نے تصور بھی نہیں کیا ہوگا کہ اس کمپنی کو اپنے ملک سے بیس گنا بڑے، دنیا کے امیر ترین ملک اور اس کی تقریباً ایک چوتھائی آبادی کو براہِ راست محکوم بنا کر رکھنا ہے۔ مغل دربار سے اجازت کے بعد ۱۶۱۱ء میں انگریزوں نے آندھرا پردیش کے مقام مچھلی پٹنم (Machilipatnam) میں پہلا تجارتی مرکز قائم کیا۔ ۱۶۱۳ء میں سورت کو انگریزوں نے اپنا تجارتی صدر مقام بنایا۔ ۱۷۰۷ء میں اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد مختلف علاقائی طاقتیں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا ہو گئیں۔ سلطنت کمزور ہو کر ٹکڑوں میں بٹنے لگی۔ سیاسی افراتفری کے نتیجے میں مراٹھا، سکھ، روہیلہ، جاٹ اور راجپوت طاقتیں اُبھر کر سامنے آئیں۔ اس خانہ جنگی کے نتیجے میں بنگال، اودھ، حیدرآباد اور میسور میں آزاد ریاستیں قائم ہو گئیں۔ کمپنی نے فائدہ اٹھاتے ہوئے مقامی افراد پر مشتمل لاکھوں کی فوج تیار کی جسے یورپ میں صنعتی انقلاب کی بدولت جنگی ٹیکنالوجی میں بھی برتری حاصل تھی۔ یہ چھوٹی مگر مؤثر فوج مغلوں، مراٹھوں، سکھوں اور مقامی نوابوں کی پرانی ٹیکنالوجی سے مسلح بڑی فوجوں کو ایک ایک کر کے شکست دیتی گئی۔ ۱۷۱۵ء میں کمپنی کو ایک اہم کامیابی تب ملی جب مغل شہنشاہ فرخ سیر (۱۷۱۹ء۔۱۶۸۳ء) نے انگریز ڈاکٹر ولیم

ہملٹن کے علاج سے شفاپائی اورانگریزوں کو صوبہ بنگال میں آزادانہ تجارت کی سند عطا کر دی۔ بنگال اس وقت دنیا کے متمول ترین خطوں میں شمار کیا جاتا تھا۔[1]

۱۷۵۶ء میں نواب سراج الدولہ (۱۷۵۷ء۔۱۷۳۳ء) ہندوستان کی امیر ترین خود مختار ریاست بنگال کے حکمران بنے۔ ہندوستان کی مرکزی مغل حکومت کو پچاس فی صد آمدن بنگال سے ہوتی تھی۔ بنگال صرف ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا میں ٹیکسٹائل اور جہاز سازی کا بہت بڑا مرکز تھا۔ علاقے کے لوگ ریشم، سوتی ملبوسات، سٹیل، پوٹاشیم نائٹریٹ اورزرعی وصنعتی برآمدات کے ذریعے خوب کماتے تھے۔ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے نواب کے احکامات کے برعکس کلکتہ میں اپنے قلعوں کی توسیع اور سپاہ کی تعداد میں اضافہ کرکے اپنا دائرہ کار بڑھانے لگے۔ بالآخر ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو پلاسی کے مقام پر کمپنی اور نواب سراج الدولہ کی فوجوں کے درمیان مقابلہ ہوا۔ بنگال کے وسائل پر قبضہ انگریزوں کا ایک دیرینہ خواب تھا۔ بنگال کی فتح اور سراج الدولہ کا قتل ہندوستان میں برطانوی اجارے کی راہیں ہموار کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئے۔ اگر سراج الدّولہ محلاتی سازشوں اور غداروں کے ذریعے ناکام نہ ہوتے تو شاید ہندوستان کی تاریخ کسی اور طرح لکھی جاتی۔ انگریزوں کی نوآبادیاتی مہم جاری رہی۔ حیدرآباد دکن، میسور اور مراٹھا سلطنت پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد انگریزوں نے اَودھ، سندھ اور پنجاب پر بھی تسلط قائم کرلیا۔ یوں پورا ہندوستان انگیریزوں کے زیرِ نگیں آگیا۔

ہندوستان کی مغلیہ تاریخ دواَدوار میں منقسم نظر آتی ہے۔ اوّل، ظہیرالدین بابر (۱۵۳۰ء۔۱۴۸۳ء) سے لے کر اورنگزیب عالمگیر (۱۷۰۷ء۔۱۶۱۸ء) کا عہد؛ اس عہد میں مغل سلطنت کی شان وشوکت عروج پر تھی۔ اس دور میں سیاسی قوتوں اور سازشوں کو شکست دے کر مغل سلطنت کو نہ صرف مضبوط کیا گیا بلکہ فتوحات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ دوم، ۱۷۰۷ء (اورنگزیب کی وفات) سے لے کر ۱۸۵۷ء کا تک کا زمانہ ہے۔ دوسرا مغل عہد سیاسی انتشار اور بد نظمی کا دور تھا۔ مغل سلطنت کمزور ہو کر زوال پذیری کا شکار تھی۔ تجارت کی غرض سے ہندوستان میں موجود یورپی اقوام نے سیاسی بد نظمی کو دیکھتے ہوئے ہندوستان کی سیاست میں مداخلت شروع کردی۔ کمپنی ملازمین جو لُوٹ کھسوٹ میں لاثانی تھے، اب سیاسی ساکھ بنانے کے لیے کاروباری وپیشہ ورانہ اخلاقات کا مظاہرہ کرنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ انگریزوں نے سیاسی بساط پر اپنی گرفت مضبوط کرلی اور آگے جا کر پورا ہندوستان ہی ان کے تسلط میں آگیا۔

ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر جنرل جے پی کوئن (J.P.Coen / 1587-1629) نے کہا تھا "جنگ کے بغیر تجارت ناممکن ہے اور تجارت کے بغیر جنگ"۔[۲] ایسے ہی نظریے کی قائل، برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی ایک ٹریڈ کمپنی تھی، لیکن اس کے پاس تقریباً ڈھائی لاکھ سپاہیوں پر مشتمل فوج تھی۔ جہاں تجارت سے منافع ممکن نہیں ہوتا تھا وہاں فوج کے ذریعے اسے ممکن بنایا جاتا۔ کمپنی کی فوج نے اپنی آمد کے بعد، اگلے پچاس سالوں میں ہندوستان کے زیادہ تر علاقوں پر تسلط قائم کر لیا تھا۔ ان علاقوں میں کمپنی کے باج گزار مقامی حکمران حکومت کرنے لگے تھے۔ اقتدار بظاہر مقامی حکمرانوں کے ہاتھ میں تھا لیکن ہر ریاست کی آمدن کا زیادہ تر حصہ انگریزوں کی تجوریوں میں جا رہا تھا۔ ڈاکٹر مبارک علی کے مطابق:

> "آخری مغل عہد ثقافتی و سماجی اور معاشرتی طور پر ایک متحرک معاشرہ نظر آتا ہے کہ جس میں توانائی اور طاقت تھی اور جو تبدیلیوں کے ساتھ چلنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ مگر سیاسی طور پر اس کے حکمران طبقوں نے جس تنگ نظری کا مظاہرہ کیا اس کی وجہ سے انگریزوں کو یہاں قدم جمانے کا موقع ملا۔ اس لیے کچھ مؤرخوں کا خیال ہے کہ انگریزوں کی آمد اور ان کے اقتدار نے ہندوستان کی ترقی کو روک دیا"۔[۳]

ہندوستان پر قائم کیے گئے انگریزوں کے نوآبادیاتی نظام نے اس تہذیبی ارتقا کو روک دیا جو صدیوں سے جاری تھا۔ انگریزوں سے پہلے جتنے بھی حملہ آور آئے انھوں نے اپنے آپ کو ٹیکسوں اور لگان تک ہی محدود رکھا اور معاشرے میں نئی اصلاحات نافذ کیں۔ یہ سارا عمل فطری تھا جس کے باعث سماجی ڈھانچے میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی اور ہندوستانی تہذیب فطری طور پر ارتقا پذیر رہی۔ جب کہ انگریز نوآبادکار ٹیکسوں تک محدود نہیں رہے، بلکہ معاشی اور سماجی نظام میں مداخلت کر کے انھوں نے نئی نئی سماجی اصلاحات کا نفاذ بھی کیا۔ قدیم معاشی، سماجی اور ثقافتی نظام کو رَد کر کے اس کی جگہ نوآبادیاتی عزائم کے پیشِ نظر نیا معاشی، سماجی اور ثقافتی نظام نافذ کیا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ انگریزوں سے قبل جتنے بھی حملہ آور آئے وہ اپنے ساتھ تہذیب اور ثقافت لے کر آئے، لیکن اس کے باوجود وہ ہندوستانی تہذیب سے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور وقت گزرنے کے ساتھ اپنی شناخت کھو کر ہندوستانی تہذیب میں گھل مِل گئے۔ اس کے برعکس، انگریزوں نے خود کو مقامی تہذیب میں ضم نہیں ہونے دیا۔ انھوں نے اپنی الگ شناخت اور پہچان کو برقرار رکھا۔ شروع میں جو انگریز تاجر ہندوستان آئے وہ یہاں کی تہذیب سے متاثر ہوئے۔ ڈاکٹر مبارک علی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"ابتدا میں ایسے انگریزوں کی تعداد بھی کافی تھی کہ جنھوں نے ہندوستانی ثقافت اور رسوم و رواجات کو اختیار کر لیا لیکن جب کمپنی کا سیاسی اقتدار پھیلا اور اس میں استحکام آیا تو ۱۸۳۰ء میں اس نے اپنے ملازمین (بالخصوص برطانوی) پر ہندوستانی لباس پہننے پر پابندی لگا دی"۔[۴]

اس سارے نو آبادیاتی دور کی تجارت پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارھویں صدی کے نصف اوّل میں انگریز تاجر ہندوستانی باشندوں سے چاندی کے سکوں کے عوض کپاس اور چاول خریدتے تھے۔ جنگ پلاسی کے بعد برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان سے مالیہ اور محصولات کے نظام کی مدد سے تجارت پر اجارہ حاصل کر لیا۔ ہندوستانیوں سے وصول کردہ محصولات کا تقریباً ایک تہائی ہندوستانی مصنوعات کی خریداری پر صرف کیا جاتا تھا۔ یعنی ہندوستانی محصولات کی صورت میں جو رقم ادا کرتے تھے اسی کے ایک تہائی کے عوض میں اپنی مصنوعات فروخت کرنے پر مجبور تھے۔ باری علیگ کے مطابق "دنیا کے ہر ملک کے تاجر ہندوستان سے تجارت کرتے تھے، مہذب دنیا میں ڈھاکا اور مرشد آباد کی ململ کا استعمال عظمت اور برتری کا ثبوت تھا۔ یورپ کے ہر ملک میں ان دونوں شہروں کی ململ اور چکن بہت زیادہ مقبول تھی"۔[۵] ہندوستان کی دوسری صنعتوں کی نسبت پارچہ بافی کو کمال حاصل تھا۔ ہندوستان سے سوتی اور اُونی کپڑے، شالیں، دوشالے، ململ اور چھینٹ برآمد کیے جاتے تھے۔ ریشم، کم خواب اور زربفت کے لیے احمد آباد کی شہرت دنیا بھر میں تھی۔ اٹھارھویں صدی میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب ان کپڑوں کی انگلستان میں اتنی مانگ ہو گئی کہ اسے بند کرنے کے لیے حکومت کو بھاری ٹیکس لگانے پڑے تھے۔ اس کے علاوہ لوہے کے کام میں بھی ہندوستان بہت زیادہ ترقی کر چکا تھا۔ لوہے سے تیار شدہ اشیا ہندوستان سے باہر بھی فروخت کرنے کی غرض سے بھیجی جاتی تھیں۔ اورنگزیب کے عہد میں ملتان میں جہازوں کے لیے لوہے کے لنگر ڈھالے جاتے تھے۔ جہاز سازی کے حوالے سے بنگال ترقی یافتہ ریاست تھی۔

ہندوستان کے جنوبی علاقوں میں ۱۷۶۹ء سے ۱۷۷۳ء تک قحط کے باعث بہار سے لے کر بنگال تک کا علاقہ متاثر ہوا۔ ایک اندازہ ہے کہ اس قحط سے ایک کروڑ افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کی ایک رپورٹ کے مطابق تقریباً ۳۴ فی صد آبادی بھوک کی وجہ سے ہلاک ہوئی۔ اس قحط نے کمپنی کے افسران کو امیر بننے کا بھرپور موقع فراہم کیا۔ چاول، جو پہلے ایک روپے میں ایک سو بیس سیر ملتا تھا، اب ایک روپے میں صرف تین سیر ملنے لگا۔ ایک جونیئر افسر نے اس طرح ساٹھ ہزار پونڈ منافع کمایا۔ کورنیلیئس ویلارڈ (CorneliusWallard) کے مطابق ہندوستان میں پچھلے دو ہزار سالوں میں سترہ مرتبہ قحط پڑا تھا۔ لیکن صرف ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک سو بیس سالہ دور میں چونتیس

مرتبہ قحط پڑا۔ مغلوں کے دورِ حکومت میں قحط کے زمانے میں لگان (ٹیکس) کم کر دیا جاتا تھا مگر ایسٹ انڈیا کمپنی نے قحط کے زمانے میں لگان بڑھا دیا۔

موسمی حالات اور قدرتی آفات تو ایک طرف، کمپنی کے بھاری محصولات ہی سے دیہی آبادی کنگال ہو گئی تھی۔ نوبیل انعام یافتہ معیشت دان امرتیا سین کے مطابق بنگال میں آنے والا قحط قدرت کا نہیں انسان کا پیدا کردہ تھا۔ کمپنی نے ان انسانی المیوں سے بہت فائدہ اٹھایا۔ مجبور و مقہور لوگ روٹی کی خاطر اپنے بچے بیچنے لگے۔ کسانوں پر ٹیکس ۶۶ فی صد کر دیا گیا جو مغل دور میں ۴۰ فی صد تھا۔ روزمرہ استعمال کی عام اشیا پر بھی ٹیکس لگا دیے گئے۔ جن میں نمک بھی شامل تھا جس سے نمک کی کھپت آدھی رہ گئی۔ نمک کے کم استعمال سے غریب لوگوں کی صحت بہت متاثر ہوئی۔ نتیجتاً، ہیضہ اور لُو لگنے کی وجہ سے ہونے والی اموات میں بڑا اضافہ ہوا:

> "Moneyocracy نے ہندوستان کے تیار شدہ ٹیکسٹائل کو برطانوی منڈیوں میں بند کر دیا اور Millocracy نے برطانوی مصنوعات کے سیلاب کا رُخ ہندوستان کی طرف کر دیا۔ پہلے ہندوستانی مصنوعات برطانوی منڈیوں میں فروخت ہوتی تھیں، اب ہندوستان، برطانوی مصنوعات کی بڑی منڈی بن گیا۔ برطانوی ٹیکنالوجی نے ہندوستانی سرزمین سے مصنوعات سازی کو مکمل طور پر اکھاڑ پھینکا اور ایک صنعتی ملک کو صرف زراعت تک محدود کر دیا"۔[۵]

"برطانیہ کے ہاؤس آف کامنز (House ofCommons) نے ۱۸۱۳ء میں تھامس منرو (1761-1827) سے دریافت (جسے ۱۸۲۰ء میں مدراس کا گورنر مقرر کیا گیا تھا) کہ آخر کیا وجہ ہے صنعتی انقلاب کے بعد برطانیہ کے بُنے ہوئے کپڑے ہندوستان میں نہیں بِک رہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہندوستانی کپڑے برطانوی کپڑے کی نسبت کہیں زیادہ بہتر کوالٹی کے ہوتے ہیں۔ اس نے مزید کہا کہ ایک ہندوستانی شال سات سال سے اس کے زیرِ استعمال ہے مگر وہ آج بھی نئی جیسی ہے، اگر اسے یورپ کی بنی شال تحفے میں بھی دی جائے تو وہ اسے استعمال نہیں کرے گا"۔[۶]

اس کے بعد ایسے ظالمانہ ضابطے اختیار کیے گئے کہ ۱۸۱۵ء میں برطانیہ کی جو برآمدات ۲۵ لاکھ پونڈز تھیں، وہ ۱۸۲۲ء تک ۴۸ لاکھ پونڈز ہو گئیں۔ برطانیہ کے کپڑے کو ہندوستان میں مقبول بنانے کے لیے ہندوستانی کپڑے کی صدیوں پرانی صنعت کو بڑی بے رحمی سے تباہ کیا گیا۔ اگر کوئی پارچہ باف کپڑے بیچتا نظر آجاتا تو اس کے ہاتھ کا انگوٹھا کاٹ دیا جاتا تھا تاکہ وہ دوبارہ کپڑا بُننے کے قابل نہ رہے۔ اس ساری صورتِ حال کے تناظر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائریکٹر ہنری جارج ٹکر (Henry George Tucker/ 1771-1858) نے ۱۸۵۳ء میں "Memorials of The Indian Govt" میں لکھا کہ یوں ہندوستان کو ایک "صنعتی ملک" کی حیثیت سے گرا کر ایک "زراعتی ملک" بنا دیا گیا ہے، تاکہ انگلستان کا مال فروخت کرنے کے لیے ہندوستان کی صورت میں ایک بڑی منڈی میسر آسکے۔[۸]

1814ء سے 1835ء تک ہندوستان میں برطانیہ کے کپڑوں کی فروخت میں اکیاون گنا اضافہ ہوا۔ جب کہ ہندوستان سے برطانیہ جانے والی برآمدات صرف ایک چوتھائی رہ گئیں۔ اسی دوران میں ڈھاکا، جو کپڑا سازی کا سب سے بڑا مرکز تھا، اس کی آبادی ڈیڑھ لاکھ سے کم ہو کر صرف بیس ہزار رہ گئی۔ گورنر جنرل لارڈ ولیم بنٹنک نے 1834ء میں اپنی ایک رپورٹ میں درج کیا کہ معاشیات کی تاریخ میں اس جیسی بد ترین صورتِ حال کی دوسری مثال نہیں ملتی، ہندوستانی پارچہ بافوں کی ہڈیوں سے ہندوستانی سرزمین سفید ہو گئی ہے۔[۹]

نِک روبنز (Nick Robins) اپنی کتاب "TheCorporation That Changed TheWorld" میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے معیشت کی تاریخ ہی بدل دی۔ صدیوں سے دولت کا بہاؤ مغرب سے مشرق کی طرف تھا۔ روم کے عروج کے زمانے سے یورپ تجارت کے لیے ایشیا کا مرہونِ منت تھا اور مسالا، کپڑے اور نفیس اشیا کے بدلے سونا اور چاندی ادا کرتا تھا۔ برطانیہ کے پاس ایسا کچھ نہیں تھا جسے مشرق خریدنا پسند کرتا:

> "مشرق کی دولت کا بہاؤ برطانیہ کی طرف ہونے لگا۔ یہ ایک غیر معمولی تبدیلی کا آغاز تھا۔ جنگِ پلاسی سے پہلے تجارت کا توازن دیگر تمام اقوام کے برعکس، بنگال کی حق میں تھا۔ بنگال میں سونا، چاندی اور زرِ مبادلہ کی فراوانی تھی لیکن اب صورتِ حال اس کے برعکس تھی۔ دولت کا بہاؤ الٹی سمت میں چل پڑا تھا جس سے برطانیہ کو فائدہ ہو رہا تھا۔ اجارہ داری اور ترقی کرتی ہوئی معیشت کی طاقت نے مغربی قوتِ خرید میں بے مثال اضافہ کیا جس سے مشرقی مصنوعات کی یورپی منڈیوں میں مانگ بڑھ گئی۔ سخت تجارتی پابندیوں کے باوجود، بنگالی کپڑا بالخصوص چھینٹ اور ڈھاکا ململ برطانوی اشرافیہ کی خواتین کے فیشن کا لازمی حصہ تھے۔ چائے بھی کمپنی کے لیے منافع بخش مصنوعات میں سے ایک تھی اور بنگال کے امرا نے ۱۷۶۸ء کے بعد پانچ سالوں میں کمپنی کے ذیلی چینی ادارے کینن (کوانگ زو) کو چائے کی ترسیل میں تین گنا اضافہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا"۔[۱۰]

1600ء میں یورپ کی نسبت ہندوستان اور چین کی معیشت دوگنا تھی۔ لیکن 1874ء میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی ختم ہوئی، اس وقت یورپی معیشت ہندوستانی اور چینی معیشت سے دوگنی ہو چکی تھی۔ اس کمپنی نے ہندوستانی دولت لوٹ کر ہندوستان کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ جنگِ پلاسی کی جیت سے ۲۵ لاکھ پونڈ کا مالِ غنیمت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ لگا۔ جب کہ لارڈ کلائیو کو دو لاکھ چونتیس ہزار پونڈ کا ذاتی فائدہ ہوا۔ جس کی مالیت آج کل کے حساب سے تین کروڑ ڈالر بنتی ہے۔ اس رقم سے لارڈ کلائیو نے برطانیہ میں شاندار محل بنوایا اور ایک بڑی جاگیر خریدی جس کا نام "پلاسی" رکھا۔ صرف اتنا ہی نہیں، اس نے اپنے اور اپنے باپ کے لیے برطانوی پارلیمنٹ کی نشستیں بھی خرید لیں۔ بعد ازاں، اسے "Sir" کا خطاب بھی عطا کیا گیا۔ برطانوی پارلیمنٹ کے ایک چوتھائی کے لگ بھگ ارکان خود ایسٹ انڈیا کمپنی کے شیئر ہولڈر تھے۔ ایسٹ

انڈیا کمپنی نے تجارت کے نام پر ہندوستان کو لوٹ کر بے حساب دولت کمائی لیکن ساتھ ساتھ ہندوستانیوں کو شدید کرب واذیت سے بھی دوچار کیا۔ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی تاریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بین الاقوامی کمپنیاں محض تجارت تک ہی محدود نہیں رہتیں بلکہ سیاسی اجارہ داری بھی حاصل کرنا چاہتی ہیں۔

یورپ میں سونے اور چاندی کے سکوں کی بہت قلت ہوا کرتی تھی۔ ۱۶۰۲ء تاریخ میں پہلی بار ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے حصص کاغذ پر چھاپ کر فروخت کرنا شروع کیے جس سے سونا چاندی یورپ آنے لگا۔ اس سے پہلے شیئرز کاغذ کی بجائے تجارتی اشیاء پر مشتمل ہوا کرتے تھے۔ خود ڈَچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے شیئر ہولڈرز کو اپنا پہلا منافع (Dividend) مسالوں کی صورت میں ادا کیا تھا۔ گو کہ یورپ میں جوائنٹ سٹاک کمپنیاں صدیوں سے موجود تھیں، لیکن ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے متعارف کردہ کاغذی شیئرز با آسانی دوسروں کو فروخت کیے جانے کے ساتھ ساتھ خریدے بھی جاسکتے تھے۔ یوں پہلی بار کیپیٹل مارکیٹ (Capital Market) کی بنیاد پڑی اور کاغذی اثاثوں کی خرید و فروخت کا آغاز ہوا۔ کاغذی دولت تخلیق کرنے کا یہ کاروبار بہت منافع بخش ثابت ہوا۔ اس لیے جلد ہی اسے پرتگال، سپین اور فرانس کی بحری تجارتی کمپنیوں نے اپنا لیا۔ اس کے بعد جلد ہی یہ کاروبار برطانیہ میں متعارف ہوا۔ عصرِ حاضر میں بھی سٹاک مارکیٹیں، بین الاقوامی کمپنیوں کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے دم قدم سے ہندوستان کے مقامی حکمرانوں کی یہ حالت ہوگئی کہ مغل شہنشاہ شاہ عالم ثانی کو بھی کمپنی بہادر کا وظیفہ خوار بن کر رہنا پڑا۔ کیپٹن میڈوز ٹیلر زاسی صورتِ حال کو ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

> "وہ لوگ جنھوں نے تلوار کے دم پر سلطنتیں جیتیں اور انھیں اپنے زیر نگیں رکھا، اپنی آج کی اس انحطاط پذیر نسل سے کس قدر مختلف تھے، کہ اب یہ نسل ایک روٹی کے لیے فرنگیوں کی دست نگر بن کر جی رہی ہے"۔[۱۱]

یورپ میں ایسٹ انڈیا کمپنیاں (پرتگیز، ڈچ، فرانسیسی اور برٹش) اور سٹاک مارکیٹیں ایک ساتھ وجود میں آئیں اور سب نے ایسٹ انڈیز اور ایشیا سے خوب فائدہ لیا، سوائے یہاں کے رہنے والے لوگوں کے۔ جرمن ماہر معاشیات اینڈریو بیٹی (Andrew Beattie) کے بقول:

> "۱۶۰۰ کی دہائی میں ولندیزی، برطانوی اور فرانسیسی حکومتوں نے ایسٹ انڈیا کے نام سے کمپنیوں کو تجارتی پروانے جاری کیے۔ سامراجی قوتوں کے عروج کے زمانے میں، غور کریں تو ایسا لگتا ہے جیسے ایسٹ انڈیز اور ایشیا سے حاصل ہونے والی دولت میں سبھی اقوام حصہ دار ہیں، صرف یہاں کے مقامی باشندے ہی اس منافع سے محروم ہیں"۔[۱۲]

برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی لندن میں ایک چھوٹی سی عمارت سے کام کرتی تھی۔ قیام کے ایک صدی بعد تک بھی اس کے پاس مستقل ملازمین کی تعداد صرف پینتیس تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس جیسی طاقتور کمپنی دنیا کی تاریخ میں نہیں گزری۔ بظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ ہندوستان میں یہ ساراکام برطانوی حکومت نے نہیں بلکہ ایک کمپنی نے کیا، جس کا صرف ایک ہی اصول تھا "ہر ممکن ہتھکنڈے استعمال کر کے اپنے شیئر ہولڈرز کے لیے زیادہ سے زیادہ منافع کمانا"۔ لیکن، جو جو کارہائے نمایاں اس کمپنی نے سرانجام دیے، وہ تاجِ برطانیہ کی پشت پناہی کے بغیر ممکن نہیں تھے۔ بعد میں دنیا نے دیکھ بھی لیا جب برصغیر پر کمپنی کی جگہ براہِ راست برطانوی حکومت کا اجارہ قائم ہوا۔

۱۸۵۷ء میں کمپنی کے اپنے ہی تنخواہ دار سپاہیوں کی بغاوت کی وجہ سے بڑے پیمانے پر خون خرابہ ہوا۔ اس زمانے میں اخبارات عام ہوگئے تھے اس لیے اس ساری گڑبڑ کی خبریں بڑی تفصیل کے ساتھ برطانیہ تک پہنچیں۔ کمپنی کی ساکھ برطانیہ میں اس قدر خراب ہوگئی کہ بالآخر پارلیمنٹ نے عوامی دباؤ میں آکر کمپنی کو قومیانے کا فیصلہ کر لیا۔ یوں، ہندوستان براہِ راست برطانوی حکومت کی عمل داری میں آگیا۔ اس کے بعد بھی ایسٹ انڈیا کمپنی چند سال گھسٹ گھسٹ کر چلتی رہی۔ بالآخر، یکم جون ۱۸۷۴ء کو پونے تین سو سال کے طویل اجارے کے بعد یہ کمپنی تحلیل ہوگئی۔

بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کے اجارے سے پہلے مغل شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے دور میں ہندوستان دنیا کا امیر ترین ملک تھا۔ ہندوستان دنیا کی کل جی ڈی پی کا ایک چوتھائی حصہ پیدا کرتا تھا جب کہ اسی دوران میں برطانیہ کا حصہ صرف دو فی صد تھا۔ ہندوستان کی زمینیں زرخیز اور ہر طرح کے وسائل سے مالامال تھیں۔ یہاں کے لوگ محنتی اور ہنرمند تھے۔ یہاں کے سوتی کپڑے اور ململ کی مانگ دنیا بھر میں تھی۔ جب کہ سٹیل اور بحری جہاز سازی کی صنعت میں بھی ہندوستان کا کوئی ہم سَر نہیں تھا۔

لیکن یہ ساری صورتِ حال جنگِ پلاسی کے بعد تبدیل ہوگئی اور جب ۱۹۴۷ء میں انگریز یہاں سے گئے تو سکندر کے برعکس، ان کی جھولیاں تو بھری ہوئی تھیں لیکن ہندوستان کے ہاتھ خالی تھے۔ جنگِ پلاسی کے بعد انگریزوں کا بنگال پر قبضہ دراصل صنعتی انقلاب کا نقطۂ آغاز تھا، جس نے عالمی منظرنامے کو یکسر تبدیل کر دیا۔

انگریزوں کی آمد سے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی تک، نو آبادیاتی نظام نے جو سماجی، ثقافتی، نفسیاتی اور معاشی اثرات ہندوستان پر مرتب کیے، وہ اتنے دُور رس ثابت ہوئے کہ انھیں آج بھی ہم اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ ہندوستانی معیشت تو زبوں حالی کا شکار ہوئی ہی تھی، ساتھ تہذیب و ثقافت بھی بری طرح متاثر ہوئی۔ پاکستان کا سماجی و ثقافتی جائزہ لیں تو ایک تیسری صورت ثقافتی مخلوطیت (Cultural Hybridity) کے طور پر سامنے آتی ہے۔ جس میں مقامی باشندے نہ دیسی ہیں اور نہ ہی مکمل طور پر بدیسی۔ رہی سہی کسر نو سامراجی اداروں اور میڈیا بالخصوص سوشل میڈیا جیسے استعماری ہتھیاروں نے پوری کر دی ہے۔

حوالہ جات:

[1] باری علیگ، کمپنی کی حکومت، طبع دوم (لاہور: لاہور بک سٹی، ۲۰۲۰ء) ص:۱۵

[2] Mosselaar,Jan Sytze, A Concise Financial History of Europe, (Rotterdam: Robeco, 2018) P 60.

[3] مبارک علی، ڈاکٹر، تاریخ اور تحقیق، طبع دوم (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۵ء،) ص:۲۰۵

[4] مبارک علی، ڈاکٹر، برطانوی راج (لاہور: تاریخ پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء) ص:۲۴

[5] باری علیگ، کمپنی کی حکومت، ص:۱۰۹

[6] M. Meier, Gerald, Biography of a Subject: An Evolution of Development Economics (New York: Oxford University Press, 2005) P:37.

[7] Dutt, Romesh Chunder, TheEconomic History of India Under Early British Rule, 2nd edition (Kegan Paul, Trench, Trubner&Co Ltd, 1906) Vol II, P:260.

[8] Ibid, P:262.

[9] G.K.Goshi, Shukl Goshi, Indian Textile: Past and Present, (New Delhi, APH Publishing Corporation, 1995) P:26.

[10] Nick Robins, The Corporation That Changed the World, London, 2nd Edition (Pluto Press, 2012) P:3.

[11] Capt.Taylor, Phillip Meadows, Confessions of a Thug, (London: Richard Bentley, 1839) Vol I, P:104.

[12] Andrew Beattie,"The Birth of Stock Exchanges" (Article), Updated: Dec:16,2021, Cited: January 19, 2022, Weblink: https://www.Investopedia.com/articles/07/stock-exchange-history.asp.